باسمہ تعالی

مسلمانوں میں علم سیرت وسوانح نگاری

سید علیم اشرف جائسی ☆

(برائے اشاعت اخبار ''رہنمائے دکن'')

علم سیرت وسوانح نگاری بھی ازاں جملہ علوم وفنون ہے جنھیں مسلمانوں نے نہ صرف ایجاد کیا بلکہ انھیں ارتقاء کی آخری منزلوں تک بھی پہنچایا۔ مسلمانوں میں اس علم کے رواج وقبولیت کے دو بنیادی اسباب تھے: اسلام نے اپنے پیروؤں کے دل ودماغ میں فکر وعمل کی ایسی توانائی بھردی تھی جو انھیں ہمہ وقت انفس وآفاق کے نئے نئے جہانوں کی تلاش میں سرگرداں رکھتی تھی۔ " خلق لكم ما في الأرض جميعا" اور" سخر لكم " کے مژدہائے جانفزا اور نویدہائے چشم کشا نے کائنات کے تئیں ان کی فکر ونظر کے زاویوں کو تہ وبالا کردیا تھا۔ مظاہر فطرت جنھیں ماضی قدیم سے طلوع فجر اسلام تک معبود ومخدوم کی حیثیت حاصل تھی اچانک انسان کے خادم بن گئے تھے۔ اور انسان اب تک جن جمادی ونباتی مظاہر کے سامنے سرنگوں رہتا تھا وہ اس کی فکر ودانش کا کھلونا بن گئے تھے۔ یہ تو تھا عام سبب جو مسلمانوں کے جملہ علمی وفکری فتوحات کے پس پشت کارفرما تھا۔ دوسرا خاص سبب جس نے مسلمانوں میں علم سیرت وسوانح نگاری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا وہ تھا اسلام میں اتباع رسول ﷺ کی اہمیت وضرورت اور ''اسناد'' کی قدر وقیمت۔ قرآن مقدس واشگاف لفظوں میں اتباع رسول ﷺ کی حتمیت اور ناگزیریت کا اعلام کررہا ہے:

" أطيعوا الله و أطيعوا الرسول " (اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرو) " ما أتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا" (جو رسول دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ) قرآن میں کہیں ان کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کہا جارہا ہے: " من يطع الرسول فقد أطاع الله " تو کہیں ان کی پیروی، ان کے احکام کی بجاآوری اور ہر اختلاف ونزاع میں انھیں حَکَم بنانے کو ایمان کا موقوف علیہ ٹھہرایا جارہا ہے :" فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك في ما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما" خود نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمودات میں اس امر کو ظاہر وباہر کردیا ہے کہ میری سیرت ہی نجات کی تنہا سبیل ہے، اور کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ میری سنت وسیرت بھی ضروری ہے بلکہ کتاب اللہ کی پیروی صرف سنت رسول کی روشنی ہی میں ہوگی۔

علم روایت کی ضرورتوں نے بھی سوانح نگاری کو فروغ دیا۔ راویوں میں کمزور مضبوط، صادق وکاذب کی نشاندہی، اور ثقات وضعفاء، اور مدلسین ووضاعین کی تمیز کے لئے مسلمانوں نے ان راویوں کی سوانح وسیرت کو ضبط وتحریر کرنے کا اتنا عظیم الشان کام انجام دیا جس کی مثال دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔

مسلمانوں نے داعیہ اطاعت اور جذبۂ محبت کے تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے رسول رحمت اور منبع رشد وہدایت ﷺ کی ایسی جامع مکمل اور ہمہ جہتی سوانح تیار کی جس میں ان کی حیات طیبہ کا لحہ لحہ محفوظ ہے۔ مؤرخین مغرب اور مستشرقین کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ رسول اسلام کی طرح دنیا کے کسی قائد ورہبر کی سوانح مرتب نہیں کی گئی۔ ایک مستشرق لکھتا ہے کہ:''ہمیں مسیح (علیہ السلام) کے بارے میں خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں ہیں، ہم ان کی معجزانہ پیدائش کے بارے میں پڑھتے ہیں پھر وہ اچانک جوان ہوکر معجزات دکھانے لگتے ہیں، جبکہ محمد (ﷺ) تاریخ کی مکمل روشنی میں پیدا ہوئے ہیں، ان کی سوانح کے کسی گوشے پر تاریکی کا سایہ نہیں ہے، ہم ان سے اتنا ہی واقف ہیں جتنا اپنے کسی معاصر سے ہیں۔''

اسی طرح مشہور مصنف مائکل ھارٹ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''دی ہنڈریڈ'' میں تاریخ کی سو مؤثر ترین شخصیات کا انتخاب کیا ہے، جن میں رسول اسلام ﷺ کو انسانی تاریخ کی سب سے مؤثر شخصیت قرار دیتے ہوئے سب سے پہلے ذکر کیا ہے، فاضل مصنف نے اپنے اس انتخاب کی متعدد وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی تحریر کی ہے کہ کسی بھی شخصیت کی سوانح اتنی مکمل اور واضح نہیں ہے جتنی آپ ﷺ کی ہے۔

عہد تابعین ہی میں نبی کریم ﷺ کی سیرت وسوانح کی تدوین وتالیف کا کام شروع ہوگیا تھا، مشہور تابعی محدث حضرت ربیع ابن صبیح کی ''مغازی'' سیرت نبوی کے نقش اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ محدثین کرام اسے علم حدیث کا پہلا تالیفی عمل بھی قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد تو مغازی اور سیرت کے نام سے سیرت نبوی کی

☆ شعبۂ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

بہت سی کتابیں وجود میں آئیں۔صف اول کے سیرت نگاروں میں واقدی، ابن سعد اور ابن ہشام وغیرہ کے نام سب سے نمایاں ہیں۔

سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے آسمان رشد وہدایت کے ستاروں یعنی صحابۂ کرام کی سوانح پر بھی پوری توجہ دی۔اس سلسلے کا پہلا قابل قدر کام ابن سعد کی کتاب ''الطبقات الکبری'' ہے علاوہ ازیں ابن عبدالبر کی ''الاستیعاب''، ابن الأثیر کی ''أسُدُ الغابہ'' اور امام ابن حجر عسقلانی کی ''الِاصابہ في تمییز الصحابہ'' میں سے ہر ایک سوانح صحابہ کا دائرۂ معارف ہے۔

ابن خلکان نے سیرت وسوانح نگاری کے اس عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنی کتاب ''وَفَیَات الأعیان وأنباء أبناء الزمان'' کو عہد صحابہ کے بعد سے شروع کیا اور ساتویں صدی ہجری تک کے ہزاروں مشاہیر کی سوانح کو جمع کر دیا۔ابن شاکر کُتبی نے ''فوات الوفیات'' کے نام سے اس عظیم الشان کتاب کا متعدد جلدوں میں تکملہ لکھا پھر صلاح الدین صفدی نے ''الوافي بالوفیات'' کے نام سے اس کا ذیل مرتب کیا۔اور یوں کتاب ''وفیات الأعیان'' اپنے تکملہ اور ذیل کے ساتھ ملکر ایک زبردست سوانحی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ساتویں صدی کے بعد کے بعد علماء نے اس سوانحی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے دو طریقے اختیار کئے: بعض نے ساتویں صدی سے لیکر اپنے عہد تک کے علماء ومشاہیر کے سوانحی خاکوں یا تراجم کو جمع کیا جسکی ایک مثال شوکانی یمنی کی کتاب ''البدر الطالع لما بعد القرن السابع'' ہے، تو بعض دوسروں نے ایک ایک صدی کے علماء ومشائخ کی سوانح پر مشتمل کتابیں لکھیں، اور اس طرح امام ابن حجر کی ''الدرر الکامنۃ في أعیان المائۃ الثامنۃ'' سے لیکر شیخ عبد الرزاق بیطار کی ''حلیۃ البشر في تاریخ القرن الثالث عشر'' تک بے شمار کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔اور اس طرح تسلسل کے ساتھ صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ کے بیشتر مشاہیر کا ایک ایسا علمی ریکارڈ ہمارے پاس ہے جو سیرت نبوی ہی کی طرح بے مثال وبے نظیر ہے۔

اس کے علاوہ الگ الگ امصار ودیار، ملکوں وخطوں اور مختلف طبقات اور گروہوں کے اعلام ومشاہیر کی سوانح اور تراجم پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں جیسے شیخ عبدالقادر عیدروس احمد ابادی کی کتاب ''الِاعلام بأعلام بیت اللہ الحرام''، خطیب کی ''تاریخ بغداد'' ابن عساکر کی ''تاریخ دمشق''، ابن تغری بردی کی کتاب ''النجوم الزاھرۃ في أخبار مصر والقاھرۃ'' اور طاہر الزاوی کی کتاب ''أعلام لیبیا'' وغیرہ۔ یہ کتابیں ان شہروں اور ملکوں میں پیدا ہونے والے اور ان میں وارد ونازل ہونے والے علماء ومشائخ کی سوانح پر مشتمل ہیں۔طبقات ومعاجم کے نام سے علماء کے مختلف گروہوں اور جماعتوں کی سوانح حیات کو جمع کرنے کا کام بھی کیا گیا ہے: جیسے امام ذھبی کی ''طبقات الحفاظ'' جس میں محدثین کرام کی سوانح کو جمع کیا گیا ہے اسے طرح جلال الدین سیوطی کی ''طبقات المفسرین'' امام سبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبری'' اور سلمی کی ''طبقات الصوفیاء'' ابن سلّام کی ''طبقات فحول الشعراء'' یاقوت حموی کی ''معجم الأدباء'' ابن فہد کی ''معجم الشیوخ'' اور ابن أبي أصیبعہ کی کتاب ''عیون الأنباء في طبقات الأطباء'' وغیرہ۔

''لِاسناد من الدین'' (کسی قول کی سند بیان کرنا دین کا حصہ ہے) کا کلیہ مسلمانوں کے دل ودماغ میں ایسا راسخ ہو گیا تھا کہ علوم شرعیہ ہی نہیں بلکہ تمام علوم وفنون میں اِسناد کا اہتمام کیا گیا اور ہر قسم کے اقوال کی روایت میں اس کی رعایت کی گئی، اور اس کے ناقلین وراویوں کی سوانح کو قلمبند کیا گیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصفہانی کی کتاب ''الأغاني'' ابن عبدربہ کی تصنیف ''عقد الفرید'' اور عبدالقاہر بغدادی کی ''خزانۃ الأدب'' جیسی ادبی کتابیں بھی اپنے اوراق میں ہزاروں ادباء، شعراء، مغنیین، موسیقی کاروں اور دوسرے فنکاروں کے سوانحی خاکوں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

یہ تو تھا قصہ پارینہ، لیکن شاید قوموں کے عروج کے ساتھ اس کا زوال بھی ہمہ جہتی ہوتا ہے، چنانچہ جب مسلمان علم وعمل کے ہے میدان میں پیچھے ہوئے تو علم سیرت وسوانح نگاری بھی زوال واضمحلال کا شکار ہوا۔ ہندوستان میں علوم عقلیہ کی گرم بازاری اور بالا دستی کے سبب شروع ہی سے یہ فن شریف برگ وبار نہیں لا سکا تھا اور پھر جب علمی زوال شروع ہوا تو اس کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہوگئی۔لیکن اس علم سے اسلامیان ہند کی عام بے اعتنائی کے باوصف ہمیں کچھ ایسی شخصیات ملتی ہیں جنھوں نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا اور اس میں تصنیف وتالیف کا اہتمام کیا اور ان میں سرفہرست حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی کی ذات ستودہ صفات ہے جنھوں نے سبحۃ المرجان، مآثر الکرام اور خزانۂ عامرہ جیسی کتابیں لکھ کر ایک فرض کفایہ کی ادائیگی کی۔اس ضمن میں اخبار الأخیار، بحر ذخار اور مرآۃ الأسرار وغیرہ کتابوں کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔متأخرین میں ابوالحسنات عبدالحي فرنگی محلی کی ''الفوائد البھیۃ'' محمود حسن خاں ٹونکی کی کتاب ''معجم المؤلفین''، شیخ رحمان علی کی کتاب ''تذکرہ علمائے ہند اور عبدالحي حسنی کی تصنیف ''نزھۃ الخواطر'' قابل ذکر ہیں۔جیسا کہ عرض کیا گیا مدارس کے فضلاء کے درمیان یہ علم کبھی بھی زیادہ اہمیت کا حامل نہیں رہا البتہ علی گڑھ تحریک کے بعض وابستگان نے اس علم میں دلچسپی لی اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ بھی برآمد ہوا ہے۔اردو زبان میں اور ہندوستان کے تناظر میں اس علم میں بہت زیادہ اور متنوع کام کرنے کی ضرورت ہے۔